خطبات خواجہ شمس الدین عظیمی

ACD 80

Track - 3

23:00

''کیا پیرو مرشد اپنے مرید خاص کو اپنا عہدہ بھی منتقل کرسکتا ہے؟''

عہدہ منتقل کرنے کا وہ جو ہے ناں... اچھا پھر اس کا یہ بھی سوال ایسا ہی ہے ۔ اب اس میںکہتے ہیں تمام علوم اور تکوین ... تکوین کیا چیز ہے بھائی؟ اب لوگ نہیں جانتے اس کو۔ اب اس کی دو ... دو علوم ہیں یہاں۔ جو اللہ تعالیٰ کے علوم ہیں اس کے دو رخ ہیں۔ایک رخ تو یہ ہے کہ آدمی جس کو ہم شریعت کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے کا راستہ اور اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل کرنے کا طریقہ۔ مثلاً نماز، روزہ ، سچ بولنا، رزق حلال حاصل کرنا، بھائیوں سے محبت کرنا، آپس میں تفرقہ نہ ڈالنا، کسی کو اپنے سے چھوٹا نہ سمجھنا، اپنے آپ کو کسی سے بڑا نہ سمجھنا، غصہ نہ کرنا، جھوٹ نہ بولنا، والدین کی خدمت کرنا، پڑوسیوں کی خدمت کرنا، اپنی خدمت کرنا۔ حضور قلندر بابا اولیاء فرمایا کرتے تھے حق تلفی اپنی بھی ہے۔ جس طرح آپ دوسروں کی حق تلفی کرتے ہیں اس طرح آپ کی اپنی بھی حق تلفی ہے۔ مثلاً اب آپ اتنا کھانا کھائیں، اتنا کھانا کھائیںکہ آپ کا معدہ خراب ہوجائے تو یہ آپ اپنی حق تلفی کررہے ہیں۔ آپ اتنا سوئیں ، اتنا سوئیںکہ دنیا کے کام کے ہی نہ رہیں آپ سست ہوجائیں یہ اس کا مطلب ہے آپ اپنی حق تلفی کررہے ہیں۔ آپ اتنا کام کریں، اتنا کام کریں کہ اتنے تھک جائیں کہ آپ دوسروں کے حقوق ہی نہ پورے کرسکیں تو یہ آپ اپنی حق تلفی کررہے ہیں۔ تو اپنے بھی حقوق پورے کریں ، اپنی اولاد کے بھی حقوق پورے کریں ، اپنے والدین کے بھی حقوق پورے کریں، اپنے بڑوں کے بھی حقوق پورے کریں۔ تو یہ ایک نظام ہے ۔شریعت کا ایک نظام ہے، شریعت زندگی کا ایک اصول وضع کرتا ہے کہ انسان کو کس طرح زندہ رہنا چاہئیے۔ کس طرح زندگی گزارنی چاہئیے۔ اس کے آداب ہیں، جو سب جانتے ہیں کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دوسرا جو رخ ہے الٰہی علوم کا وہ یہ ہے کہ یہ کائناتی جو نظام ہے یہ کس طرح چل رہا ہے۔ مثلاً آپ دیکھیں اب رات ہورہی ہے، دن ہورہا ہے۔ سورج نکل رہا ہے، چاند نکل رہا ہے، بچے پیدا ہورہے ہیں۔ کبھی کسی نے یہ نہیں دیکھا کہ انسان کے پیٹ سے بکری پیدا ہوئی ہو۔ کسی نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ بکری کے پیٹ سے کبوتر پیدا ہوا ہو۔ کسی نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ کبوتر کے انڈے سے مور نکل آیا ہو۔ یا مور کے انڈے سے ہاتھی نکل آیا ہو۔ ایک سسٹم ہے، ایک نظام ہے۔ تو ظاہر ہے یہ سسٹم اور نظام اس وقت تک ہی کامیاب ہوسکتا ہے جب اس کے اوپر کوئی کنٹرول ہو۔ بغیر کنٹرول کے تو کوئی نظام چلتا نہیں ہے۔ تو یہ جو کائناتی سسٹم کو کنٹرول کرنا ہے اور کائناتی

نظام کو اس طرح چلانا کہ اس میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہومثلاً اب سورج
مشرق سے ہی نکلتا ہے ۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ سورج کبھی مغرب سے نکلا
ہو۔ مشرق سے نکلتا ہے۔ زمین ... اب پہاڑ ہیں، پہاڑ میں آپ ہزاروں من دانے
ڈال دیں نہیں وہ دانے نہیں اگے گا۔ زمین کے اندر آپ دو چار دانے ڈال دیں وہ اس
کے درخت بن جائیں گے۔ ایک سسٹم ہے، ایک نظام ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ
زمین پہاڑ بن گئی ہو اور پہاڑ جو ہے وہ ریت بن گیا ہو۔ پہاڑ پہاڑ ہی رہتا ہے،
زمین ، زمین ہی رہتی ہے۔ سمندر کا پانی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میٹھا ہوگیا
ہو، کڑوا ہی رہے گا۔ تو یہ جو ہر چیز اپنی اصل حالت پر قائم ہے اور چل رہی
ہے تو اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کوئی نظام ہے جس نظام کے تحت یہ چیزیں
اپنی اپنی جگہ قائم ہیں۔ اور جس طرح اس کی زندگی بن گئی ہے اسی طرح
چل رہی ہے۔ کسی نے نہیں دیکھا کہ بکری جو ہے گوشت کھاتی ہے۔ تاریخ میں
کوئی مثال ایسی نہیں ملتی کہ شیر جو ہے گھاس کھاتا ہو۔ کوئی آدمی یہ نہیں
بتاسکتا کہ صاحب مچھلی بغیر پانی کے بھی زندہ رہ سکتی ہے۔ تو یہ ایک سسٹم
ہے یعنی جتنا بھی آپ اس کو پھیلاتے جائیں، غور و فکر کرتے چلے جائیں تو یہی
بات آپ کو ... ہمیں مجبور ہونا پڑتا ہے کہ کوئی ایسی ہستی ہے جس کے ہاتھ
میں اس کا کنٹرول ہے۔ وہ ہستی عرف عام میں اللہ ہے۔ کہ اس کائنات پر
پورا کنٹرول جو ہے وہ اللہ کا ہے۔ لیکن ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اللہ کی بنائی
ہوئی چیزوں میں تبدیلی بھی ہوجاتی ہے۔ مثلاً مٹی آپ لیں مٹی سے آپ بطخ
بنالیں، مٹی سے آپ ہاتھی بنالیں ، مٹی سے آپ چڑیا بنالیں ، مٹی سے آپ گھر
بنالیں۔ لیکن مٹی مٹی رہے گی۔چڑیا تو وہ ہے لیکن اس چڑیا کو آپ مٹی کی
چڑیا کہیں گے۔ اصلی چڑیا نہیں کہیں گے۔ تو اب تبدیلی ہے۔ عقل و شعور سے
اس میںآپ تبدیلی بھی کرسکتے ہیں لیکن مجبوری یہ ہے کہ قدرت نے جو چیز
بنادی ہے اسی کے اندر آپ تبدیلی کرسکتے ہیں کوئی نئی چیز اس میںبنا نہیں
سکتے۔ جو چیز بن گئی اس میں تو رد و بدل کرسکتے ہیں۔ مثلاً ایٹم ہے ، میزائل
ہیں آج کل چل رہے ہیں۔ اللہ میاں محفوظ رکھیں، مسلمان بیچارے پریشان
ہیں۔ اب آپ دیکھیں اس میں لوہا ہے ، بارود بھی ہے۔ تو بارود اور لوہے پہ
ریسرچ کرکے انہوں نے میزائل تو بنادیا لیکن آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ میزائل
کسی ایسی چیز سے بن گیا جس کا کبھی زمین پر وجود نہیں تھا۔ کوئی بھی چیز
بنے گی اس کا لازمی امر یہ ہے کہ زمین پر اس کا وجود ہو۔ زمین پر اس کا
وجود ہے تو چیز بنے گی۔ زمین پر اس کا وجودنہیں ہے وہ چیز نہیں بنے گی۔اس
سے یہ پتہ چل رہا ہے کہ ایک سسٹم ہے۔ تو یہ سارا کائناتی نظام اور یہ سارا
کائناتی سسٹم جو ہے اللہ نے جو بنایا ہے اس میں اپنے اور کائنات کے درمیان جو
بڑی ایجنسی رکھی ہے وہ انسان ہے۔ اور اس میں سب سے بڑی جو انسانی
ہستی ہے وہ حضور پاک ﷺ ہیں۔ یعنی کائنات اور اللہ کے درمیان جو میڈیم ہے
وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے۔ اب رسول اللہ ﷺ کے پھر بہت سارے لوگ ہیں جو
اس کائناتی سسٹم میں کارندوں کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ مثلاً پاکستان ہے،

اب پاکستان میں ایک صدر ہے ، ایک وزیر اعظم ہے۔تو وزیر اعظم اور صدر مل
کر یہ نظام چلاتے ہیں حکومت کا ان کے بے شمار ہاتھ ہیں جیسے سیکرٹری ہے،
کوئی کلرک ہے، کوئی سیکشن آفیسر ہے، کوئی کچھ ہے، کوئی کچھ ہے۔ تب
جاکر یہ پورا نظام چلتا ہے۔ تو اسی صورت سے اللہ نے بھی یہ نظام اسی طرح
قائم کیا ہے کہ حاکم مطلق اللہ ہیں۔ اور اس نظام کو چلانے والے اللہ کے مشیت
کے مطابق رسول اللہ ﷺ ہیں۔ تو ایک تو یہ رسول اللہ ﷺ زندگی گزارنے کے قاعدے
اور ضابطے بیان فرماتے ہیں وہ سب شریعت ہے۔ اور دوسری طرف یہ ہے کہ
اس کائناتی سسٹم میں رسول اللہ ﷺ کا عمل دخل ہے۔ اس کو روحانیت میں
تکوین کہتے ہیں۔ اب بھائی نے سوال تو کردیا اب تکوین اب ... دیکھیں لوگوں کو
پتہ تو نہیں ہوتا تکوین کیا ہے۔ تو تکوین جو ہے وہ دراصل اللہ کی بادشاہی میں
جو کارندے کام کررہے ہیں ان کارندوں کو تکوین کا آدمی کہتے ہیں۔ اور اللہ کی
بادشاہت کو تکوین کہتے ہیں۔ تو پیر و مرشد جو ہے وہ اپنی صلاحیتوں کے
مطابق کسی مرید کو تیار کرکے اس قابل وہ کردیتا ہے ۔ مثلاً ایک آدمی ہے وہ
اپنے شاگرد کو اس قابل کردیتا ہے وہ کلرکی کا کام کرلے۔ دوسرا استاد ہے وہ
اپنے شاگرد کو اس قابل کردیتا ہے کہ وہ سیکرٹری کی کرسی پر بیٹھ جائے۔
تیسرا استاد ہے وہ بہت ہی قابل ہے وہ اتنا اس کا ذہن اس کا بڑھا دیتا ہے وہ
بادشاہ بن جاتا ہے۔ اب یہ جو ہے پیر و مرشد جو ہے ذہن تیار کردیتا ہے باقی یہ
تکوین میں اگر کہیں کسی کو کوئی حصہ ملے تو وہ اللہ ہی کو ... تکوین جو ہے
یہ پتہ ہی نہیں چلتا کون تکوین کا آدمی ہے، کون کہاں ہے۔ حضور قلندر بابا
فرمایا کرتے تھے کہ یہ جو ایڈمنسٹریشن ہے اس میں جو لوگ کام کرتے ہیں جن
کی صلاحیتیں زیر بحث آتی ہیوہ ساڑھے گیارہ لاکھ آدمیوں میں ایک آدمی ہوتا
ہے۔ تو ساڑھے گیارہ لاکھ آدمیوں میں ایک آدمی تکوین کا ہوا اس کا تذکرہ ہی
کیاہ اور اس کو ڈھونڈتے کہاں پھریں گے بھائی؟ تو تکوین کے بجائے آپ اس طرف
دھیان دیں ، شریعت کی طرف دھیان دیں ، اپنی روحانیت کی طرف دھیان دیں۔
روحانیت سیکھیں اور روحانیت سیکھنا جو ہے وہ آسان ہے ۔ ایڈمنسٹریشن میں
داخل ہونا جو ہے وہ بہت مشکل کام ہے ۔ ساڑھے گیارہ لاکھ میں ایک آدمی
ہوگا۔ تو وہ کہیں ایڈمنسٹریشن میں اللہ کی جائے گاتو وہ تو ایسے ہی تذکرہ
کی بات ہے کہ ... ہوتے ضرور ہیں لیکن وہ اتنے کم ہوتے ہیں کہ نہ اس کی
توقع کی جاسکتی ہے اور نہ اس کے بارے میں یہ سوچا جاسکتا ہے کہ ہمیں ... یا
معشر الجن والانس انستطعتم .... الا بالسلطن ... اللہ میاں نے کہا کہ اے
گروہ جنات اور انسان ! تم جو ہو زمین آسمان کے کناروں سے نہیں نکل سکتے۔
اگر نکل سکتے تو ہو تو نکل کر دکھاؤ۔ مگر روحانی سکت سے۔اور روحانی
طاقت سے تم زمین اور آسمان سے کنارے سے نکل کرماورائی دنیا میں داخل
ہوسکتے ہو۔ روحانی سکت سے اور روحانی طاقت سے تم زمین و آسمان کے
کناروں سے نکل کر ماورائی دنیا میں داخل ہوسکتے ہو۔ تو اب اگر جنات کے اندر
روحانی صلاحیتیں موجود ہیں۔ اور جنات روحانی صلاحیتوں کو حاصل کرلیتے

ہیںتو وہ اچھے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی انسان روحانی صلاحیت ہونے کے باوجود
اپنی روحانی صلاحیتوں کو بیدارنہیں کرتا ظاہر ہے وہ اچھا انسان نہیں کہلائے
گا۔ اچھا انسان تو وہ ہے جو اصل انسان سے واقف ہو۔ اپنی صلاحیتوں سے
واقف ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جو اسے صلاحیتیں دے دی ہیں اس سے واقف نہ ہونا
ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے اپنی امانت آسمانوں کو ،زمین کو
پیش کی ، پہاڑوں کو پیش کی سب نے انکار کردیا انسان نے اس امانت کو اٹھالیا
اور یہ ظالم اور جاہل ہے۔ بڑی عجیب بات ہے آپ غور فرمائیں کہ اس انسان
کے پاس وہ امانت ہے جو نہ جنات کے پاس ہے، جو نہ آسمانوں کے پاس ہے ، نہ
زمین کے پاس ہے ، نہ پہاڑوں کے پاس ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کہتے ہیں ظالم
اور جاہل ہے۔ تو ظالم اور جاہل اس بنیاد پر ہے کہ امانت تو موجود ہے وہ اسے
استعمال ہی نہیں کرتا۔ اس طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا۔ متوجہ کہاں ہوتا ہے؟
مکان بنالو، دکان بنالو، گاڑی خرید لو۔حالانکہ اسے پتہ ہے کہ مکان، دکان، گاڑی ،
پیسہ یہ سب چیزیں عارضی ہیں اسے بہرحال چھوڑ کے جانا ہے۔ قارون اتنا بڑا
کہتے ہیں چالیس اونٹوں میں اس کی چابی جاتی تھی وہ مرگیا۔ شہنشاہ ایران
کا آپ نے حشر دیکھ لیا۔روز، روز آپ دیکھتے ہیں۔ کروڑوں پتی لوگ مرجاتے ہیں،
کیا ساتھ لے کر جاتے ہیں۔ ابھی مجھے میرے عزیز ہیں سنارہے تھے ، ہمارے رشتے
داروں میں ایک بہت کھاتے پیتے آدمی ڈرگ روڈ پہ تین ہزار گز کے بنگلے پہ رہتے
ہیں۔مرگئے۔ تو وہ کہنے لگے صاحب ہم جب گئے تو ہم نے یہ دیکھا کہ زینے کے
نیچے ایک چارپائی پڑی ہوئی ہے اس میں کوئی صاحب لحاف اوڑھے لیٹے ہوئے
ہیں ۔ تو ہم سمجھے کہ چوکیدار ہوگا۔ہم نے اٹھا یا نہیں سمجھے کہ رات کو
جاگا ہوا ہو۔ پھر اوپر گئے اوپر جاکر دیکھا جھگڑ ا ہورہا تھا بچوں میں ۔ ایک بچے
کے ہاتھ میں چابیاں تھیں۔سب لڑ رہے تھے آپس میں۔وہ کہے چابی میرے پاس
رہے گی۔ وہ کہے چابی میرے پاس رہے گی۔ وہ کہے چابی میرے پاس رہے گی۔
ماں کہتی تھی چابی میرے پاس رہے گی۔اوپر یہ جھگڑا ہورہا تھا۔تو کہنے لگے
ہم نیچے آئے تو پتہ چلا لحاف اوڑھے وہی صاحب پڑے ہوئے تھے جن کی چابیوں پہ
جھگڑا ہورہا تھا۔ انہوں نے جاکر دبا آئے۔ اور جب ان کی لاش جہاں سے جس
کمرے سے نکلی وہاں سے انہوں نے ساری قالین نکال دی، سارے صوفے سیٹ
نکال دیا، اور فنائل کی بالٹیوں کی بالٹیاں اس پہ ڈال رہے تھے کہ جراثیم نہ وہاں
ہوجائیں۔ تو یہ دنیا ہے، یہ دولت ہے۔اس کے پیچھے جو ہمارا حال ہے ہم سب
جانتے ہیں۔ ہم اصل میں جھوٹ بہت بولنے لگے ہیں۔نام ہم اللہ کا لیتے ہیں،
اللہ کے رسول کا نام لیتے ہیں۔ خود کو مسلمان کہتے ہیں۔لیکن جب ہم اپنے
اعمال دیکھتے ہیں تو بعض دفعہ تو ایسا لگتا ہے کافروں سے بھی زیادہ برے
اعمال نظر آتے ہیں۔تو اب بتائیے اس میں شیطان نے کیا بہکایا اس میں۔انہوں
نے جو اتنا پیسہ جمع کیا۔ اتنا بڑا تین ہزار گز کا جو گھر بنایا۔ تو انہیں پتہ نہیں
تھا کہ مجھے مرنا بھی ہے؟ اور یہ ساری دولت ، سارا پیسہ میں چھوڑ کے
مرجاؤں گا۔مرگئے۔تو شیطان نہیں، شیطان کہاں بہکاتا ہے آدمی تو خود ہی

بہکتا ہے۔ حضورقلندر بابا فرمایا کرتے تھے شیطان گناہ وناہ میں نہیں بہکاتا۔وہ
اتنا کم عقل نہیں ہے جتنا انسان ہے۔ شیطان صرف ایک کام کرتا ہے۔اور وہ یہ
کرتا ہے کہ انسان کو کسی نہ کسی صورت سے ناخوش کردے، بس! ایک انسان
کو جب شیطان ناخوش کردیتا ہے اس سے پھر گناہ کے علاوہ کوئی بات سرزد
ہی نہیں ہوسکتی۔ قانون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو اور تیری بیوی
جنت میں رہو۔ خوش ہوکر کھاؤ ۔ اور جب آدم شجر ممنوعہ کے قریب گیا اور
اس کے ذہن میں یہ بات آگئی کہ مجھے تو اللہ نے منع کیا تھا اور مجھ سے تو
نافرمانی ہوگئی، مجھے تو اب سزا ملے گی تو ناخوشی آگئی۔ جیسے ہی ناخوشی
آگئی جنت سے نکل گئے۔ وہ کہتے ہیں چھوٹے موٹے گناہ شیطان نہیں وہ کہتے
ہیں یہ نہیں بہکاتا ہے۔ بس اس کی ایک خواہش ہوتی ہے کہ کسی صورت سے
انسان کو ناخوش کردے۔ اس سے خوشی چھین لے۔بس وہ ناخوش ہوا اب وہ
جنت سے نکل گیا۔ وہ کتنی عبادت کرلے، کتنی ریاضت کرلے، کتنی خیرات کرلے
اگر وہ ناخوش مرگیا جنت میں نہیں جائے گا۔ اس لئے کہ وہ جنت سے نکلا ہی
اس لئے کہ وہ ناخوش ہوگیا تھا۔ تو شیطان ... یہ گر کی بات ہے ، بڑوں کی
بتائی ہوئی ، میرے پیر و مرشد نے مجھے بتائی ، یہ میں آپ کو گر کی بات بتا رہا
ہوںکہ جب بھی آپ ناخوش ہوں بس سمجھ لیجئے شیطان نے آپ کے اوپر قبضہ
کرلیا۔ گناہ تو اللہ معاف کردیتا ہے ۔ انسان سے گناہ سرزد ہوتا ہے۔ وہ تو اللہ
معاف کردیتا ہے۔ ناخوشی کو اللہ نہیں معاف کرتا۔ قانون بنادیا ہے ناخوش
آدمی جنت میں نہیں رہ سکتا۔ تو جب بھی آپ ناخوش ہوں تو بس سمجھ لیجئے
کہ شیطان نے حملہ کردیا۔ تو اب جب شیطان کو یہ پتہ چل جائے گا یہ تو میرا
جو راز ہے اس سے واقف ہوگیا ہے ، میرے ہتھیار سے ممکن ہے شاید کسی وقت
کم بخت مایوس ہوجائے آپ کو ناخوش نہ کرے۔ لاحول سے نہیں جاتا۔ ایک دفعہ
میں مراقبہ کررہا تھا بہت پرانی بات ہے کوئی بیس پچیس سال پرانی بات۔ بیٹھا
ہوا مراقبہ کررہا تھا۔شیطان آگیا۔ بڑی عجیب صورت شکل اس کی بہرحال یہ
ذہن میں آیا کہ یہ شیطان ہے۔ تو میں نے لاحول پڑھنا شروع کردیا ... لاحول ولا
قوۃ الا باللہ العلی العظیم ... ... لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ...بہت زور
زور سے لاحول پڑھنے لگا۔ تو بڑی اس نے خبیث ہنسی ہنس کے کہنے لگا لاحول
لاحول کا میرے اوپراثر نہیں ہوتا۔ وہ جو لاحول پڑھا کرتے تھے وہ مٹی ہوگئے۔
پھر میں نے صاحب وہ استغفار پڑھنا شروع کردیا۔ وہ کہنے لگا اس کا بھی اثر
نہیں ہوتا۔ پھر نے جی کلمہ طیبہ پڑھنا شروع کردیا۔ ارے کہنے لگا میاں کتنے ہی
کلمہ طیبہ لاکھوںکروڑوں آدمی روز پڑھ رہے ہیں کیا اثر ہوتا ہے؟ میں یہ سوچ
رہا ہوں میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ شیطان میرے اوپر غالب آگیا ہے اور اب
میرا ایمان گیا۔ تو اب بجائے اس کے میں کلمہ طیبہ پڑھتا یا کچھ پڑھتا میں
باقاعدہ رونے لگا۔ آنسوؤں سے کہ میں کیا کرسکتا ہوں۔اس پر تو کسی چیز کا
اثر ہی نہیں ہوتا۔ تو میں نے یہ دیکھا کہ میرے دادا پیر آئے۔ ان کی روح وہ حیات
تھے اس وقت وہ لاہور میں تھے۔یہ کراچی کا واقعہ ہے۔ میرے دادا پیر تشریف

لائے تو مجھے ان کو دیکھ کے کچھ ڈھارس بندھی۔ تو وہ جیسے ہی آئے انہوں نے
کہا سؤر کا بچہ جاتا ہے۔ نہیں جاتا ۔ شیطان بھاگ گیا۔ یہ میں اپنا واقعہ بیان
کررہا ہوں۔ تو اب صورت حال یہ ہوگئی کہ لاحول کا استغفار کا اس پر اثر ہی
نہیں ہوتا۔ اس کو پتہ ہے جھوٹے ہیں۔ وہ یہ جانتا ہے یہ جو کچھ ہے زبانی جمع
خرچ ہے دل اس میں شامل ہی نہیں ہے۔ تو بھئی اب تو ضرورت اس بات کی
ہے کہ شیطان کو مارو تب بھاگے گا۔ لاحول پڑھو تو جیسے ہمارے اسلاف تھے
ویسے بن جاؤ پھر بھاگے گا۔ ان کے سؤر کے بچے کہنے سے بھاگ گیا میرے لاحول
سے نہیں بھاگا۔ تو اس میں دیکھیں اس میں بھی ایک راز ہے۔ دیکھیں اب ایک
آدمی بیٹھا ہے بھئی کلمہ پڑھ رہا ہے جو بھی اس کو پیرو مرشد نے دیا ہے کوئی
شک نہیں ۔ سکون سے بیٹھا مراقبہ کررہا ہے اس نے آکر ڈسٹرب کرکے ناخوش
کردیا۔ جیسے ہی ناخوشی ہوئی وہ جناب ذہن سے سارا مراقبہ یہ تصور سب
ختم ہوگیا۔ تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شیطان کا مشن ہی یہ ہے کہ وہ
ایسی ترکیبیں لڑاتا ہے کہ جہاں آپ کا گمان بھی نہیں جاتا آپ ناخوش ہوں گے۔
آپ دیکھیں آپ بیٹھے ہوئے ہیں خواہ مخواہ خیال آگیا یار اگر بچہ مرگیا تو کیا
ہوگا۔ بیوی ناراض ہوکر میکے چلی گئی تو کیا ہوگا۔ بھئی جب بیس سال تک
بیوی میکے نہیں گئی تو اب ناراض ہوکر کیا چلی جائے گی اپنے بچوں کو چھوڑ
کے۔پھر آپ لاحول پڑھیں گے ، استغفار پڑھیں گے ... لاحول ولا قوۃ کیسا غلط
خیال ہے۔ پھر تھوڑی دیر میں خیال آگیا کہ اگر بچوں کی شادی سے پہلے میں
مرگیا تو کیا ہوگا۔ دیکھیں کوئی اس کا تعلق نہیں۔ اس کا مطلب ہے جتنے
وسوسے آتے ہیں ان وسوسوں کی بنیاد نا خوشی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اور
جتنی یقینی باتیں آپ کریں گے ان سب کی بنیاد خوشی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔
اب آپ کو یقین ہوجائے کہ صاحب مجھے تو اللہ تعالیٰ معاف کردیں گے رحیم و
کریم ہیں۔ آپ دیکھیں کتنے خوش ہوں گے۔ اور آپ کویہ وسوسہ آئے میرا تو
کوئی عمل قابل قبول ہی نہیں ہے حالانکہ اللہ نے آپ سے نہیں کہا تیرا عمل نہ
قابل قبول ہے نہ اللہ نے آپ سے یہ کہا کہ تیرا عمل قابل قبول ہے تو جنت میں
جائے گا۔ لیکن اس میں یقین ہے کہ اللہ میاں ضرور رحم کرے گا اس لئے کہ وہ
تو رحیم و کریم ہے میں تو ہوں ہی گنہ گار آپ خوش ہوجائیں گے۔ اور جب یہ
خیال آئے گا بھئی اللہ نے قبول نہیں کیا پھر دوزخ میں جائیں گے ۔ جب وسوسے کا
تذکرہ آئے گا اس کا مطلب ہوگاناخوشی۔ اور جب یقین کا تذکرہ آئے گا اس کا
مطلب ہوگا خوشی۔ تو شیطان سے بچنے کا مؤثر ترین طریقہ یہ ہے کہ جب بھی
آپ کے اندر ناخوشی آئے آپ سمجھ لیں یہ شیطان نے آپ کے اوپر وار کیا ہے۔ اور
پھر اس سے بچیں کس طرح۔ لاحول واحول نہ پڑھیں۔ اس کو اثر نہیں ہوتا اس
سے۔ آپ کوئی خوشی تلاش کریں۔ مثلاً اب آپ تلاش کریں بھئی اللہ میاں نے
ہمیں اولاد دی، اللہ میاں نے ہمیں اتنا اچھا کھلونہ دے دیا۔ اللہ میاں نے ہمیں
صحت دی۔اللہ تعالیٰ نے مجھے اچھے دوست دئے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہاتھ پیر
دیا۔ ایسے بھی لوگ ہیں جن کے ہاتھ پیر نہیں ہوتے۔ اللہ نے مجھے آنکھیں دیں

ایسے بھی لوگ ہیں بیچارے جو اندھے ہوتے ہیں مثلاً یہ خوشی آپ ڈھونڈ سکتے
ہیں تو اب جب آپ اپنے اندر بار بار بار خوشی ڈھونڈیں گے تو ظاہر ہے وہ
شیطان خود بھی مایوس ہوکر اپنا منہ کالا کرلے گا اور جب تک ناخوش رہے گا
بندے تو بس شیطان کے ساتھ رہے گا آدم کو ناخوش کرکے اس کو جنت سے
نکلوایا۔ (اختتام)۔